بلاک 3 اکائی 3

قصیدہ از ابن دراج قسطلی

(347ھ---421ھ)

اکائی کے اجزا:

- ابن دراج حیات اور شاعری۔
- قصیدے کا تعارف اور مضامین کا خلاصہ۔
- قصیدہ رائیہ : (ابتدائی 22 اشعار) : ترجمہ، معانی مفردات اور تشریح۔
- نمونے کے سوالات۔
- مطالعے کے لئے کتابیں۔

ابن دراج : حیات اور شاعری

قبیلہ بربر اور اس کی مختلف شاخوں کا اندلس کی تاریخ میں ابتدا ہی سے بڑا اہم کردار رہا ہے۔ اس کی مختلف شاخوں میں سے صنہاجی شاخ متعدد وجوہ سے اہمیت کی حامل ہے۔ بنو دراج، اسی صنہاجی بربری شاخ سے نسبت رکھتے ہیں، جس کا ایک انتہائی نمائندہ فرد ہمارا شاعر ابن دراج ہے۔ باعتبار نسب بربری ہونے کے باوصف ابن دراج نے مقام ذکر میں بھی اپنے بربری نسب کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا بلکہ دیگر بربری قبیلے کے سربراہوں اور قدآور شخصیات کی ہجو بھی کی ہے؛ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ابن دراج کا خاندان اندلسی معاشرے میں پورے طور پر گھل مل گیا تھا، یہاں تک کہ اس کے اندر قبائلی عصبیت بھی مفقود ہو گئی تھی۔

اندلس میں بنو دراج کا داخلہ طارق بن زیاد کے ذریعے فتح اندلس کے وقت ہوا۔ ابن دراج کا خاندان قسطلہ کا ممتاز اور باحیثیت خاندان تھا، حتی کہ قسطلہ کو ابن دراج کے جد اعلی "دراج" کے نام پر "قسطلۃ دراج" کہا جانے لگا تھا؛ کیوں کہ قسطلہ کی ریاست پر مسلسل ان کا اقتدار چلا آ رہا تھا۔

بنو دراج کی اس امتیازی شہرت کے باوجود ابن دراج کے باپ اور دادا کے بارے میں ہم تک پہنچنے والی معلومات ناکافی ہیں، اسی طرح ابن دراج کے بچپن، لڑکپن، حصول تعلیم اور اساتذہ وغیرہ کے بارے میں بھی کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں ہیں۔

ابن دراج کا پورا نام ابو عمر احمد بن محمد بن العاصی بن احمد بن سلیمان بن عیسی بن دراج ہے۔ ولادت محرم 347ھ/مارچ 958م میں ہوئی ۔ اس کے بعد ابن دراج کی مکمل تصویر اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم اسے 382ھ میں منصور بن ابی عامر کے سامنے اپنا پہلا مشہور قصیدہ ہائیہ گنگناتے ہوئے دیکھتے ہیں، جس میں اس نے صاعد البغدادی کے قصیدہ ہائیہ کا معارضہ کیا تھا۔

ابن دراج کے اس قصیدے کا آغاز اس طرح ہے:

أضاء لها فجر النهى فنهاها

عن الدنف المضني بحر هواها

وضللها صبح جلا ليلة الدجى

وقد كان يهديها إلى دجاها

اس وقت ابن دراج کی عمر پینتیس سال تھی۔ ابن دراج کو شعر گوئی میں کمال حاصل تھا، شعر گوئی کے ساتھ برجستہ شاعری، نثر نگاری، تحریر وکتابت اور خطابت میں بھی ابن دراج کو ملکہ حاصل تھا۔ نثر نگاری میں مہارت کی وجہ سے منصور نے اسے دیوان الانشاء میں کاتبوں کی جماعت میں بھی شامل کیا تھا۔ ابن دراج نے المنصور بن ابی عامر اور اس کے دونوں بیٹوں عبد الملک المظفر اور عبد الرحمٰن شنجول کے عہد تک عامری سلطنت کے زیر سایہ تقریباً سولہ سال (382ھ – 399ھ) گزارے۔ عامری سلطنت کے خاتمے کے بعد ابن دراج کی زندگی ہچکولے کھاتی رہی۔ آٹھ سال کی دربدری کے بعد، اس نے سرقسطہ کے حاکم منذر بن یحی التجیبی اور اس کے بیٹے یحی بن منذر کے زیر سایہ کرم گیارہ سال بسر کئے۔ اس کے بعد بلنسیہ وغیرہ شہروں کے درباروں میں پھرتا رہا، حتی کہ آخر کار دانیہ میں، اتوار کی شب، 16 جمادی الثانیہ، 421ھ مطابق 22 جون 1030م، اس کا انتقال ہو گیا۔

ابن دراج کو شاعری کا فطری ذوق حاصل تھا۔ اسالیب بیان پر حیرت انگیز قدرت، فی البدیہہ شاعری، طویل بحروں کا استعمال اور مشکل زمینوں میں شعر گوئی کے علاوہ، تاریخ و انساب وغیرہ میں زبردست مہارت، ان عناصر نے ابن دراج کو چوٹی کے شاعروں کی صف میں کھڑا کردیا۔ اندلس کے سب سے بڑے شاعر ابوالقاسم محمد بن ہانی معروف بہ ابن ہانی الاندلسی (م 362ھ) کو "متنبّی الغرب" (مغرب کا متنبّی) کہا گیا ہے۔ متنبّی الغرب کے لقب سے اصل شہرت تو ابن ہانی کی ہی ہے، لیکن اس لقب میں ابن دراج نے بھی ابن ہانی کے ساتھ اپنی شرکت درج کرائی ہے اور شاعرانہ کمال کی بنیاد پر ابو منصور الثعالبی نے ابن دراج کو بھی اندلس کا متنبّی کہا ہے۔(کان بصقع الاندلس کالمتنبی بصقع الشام)۔ ابن دراج کی شاعری میں عامری حکام کی مدح میں کہے جانے والے قصائد کو خصوصی مقام و مرتبہ حاصل ہے، جنہیں " العامریات"، یا "عامریات ابن دراج" کا نام دیا گیا ہے۔

قصیدے کا تعارف اور مضامین کا خلاصہ :

عباسی سلطنت کے مشہور شاعر حسن بن ہانی عرف ابونواس (145ھ – 199ھ = 762م – 813م) نے مصر کے والی خراج (تحصیل دار) الخصیب بن عبدالحمید کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا تھا، جس کا مطلع یہ ہے:

أ جارة بيتينا أبوك غيور

و ميسور ما يرجى لديك عسير

منصور عامری کو یہ قصیدہ بہت پسند تھا۔ اس نے صاعد البغدادی سے اس کے معارضے میں ایک قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی، صاعد نے پہلے تو معذرت ظاہر کی لیکن پھر ایک قصیدہ لکھا۔ منصور نے ابن دراج کو بھی ابونواس کے مذکورہ قصیدہ کی طرز پر ایک قصیدہ لکھنے کا حکم دیا، تعمیل حکم میں ابن دراج نے منصور عامری کی مدح میں اپنا یہ قصیدہ لکھا۔ابن دراج کے اس قصیدے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور اس کے اشعار مشرقی و مغربی ادب میں کثرت کے ساتھ نقل ہوئے۔ اس طرح یہ قصیدہ ابن دراج کا مشہور ترین قصیدہ بن گیا۔ مختصرا، اسے قصیدہ رائیہ کہا جاتا ہے۔

قصیدے کے آغاز میں شاعر اپنی زوجہ سے سفر کی اجازت طلب کرتا ہے، سفر کی وجوہات ، شریکِ حیات کی سابقہ محبت، وقت سفر اس کی گریہ وزاری کی کیفیت، اپنے معصوم بچے کا ذکر، اور پھر سفر کی مشکلات، اور ان مشکلات کے مقابل اپنی ہمت وجواں مردی کا بیان، صحرا کی جھلسادینے والی گرمی، ویرانی، رات کی ہولناکی، دن کی خطرناکی، وغیرہ تفصیلات پیش کرنے کے بعد عامری کی مدح شروع ہوتی ہے۔اس ضمن میں شاعر ممدرح کے متعدد اوصاف بیان کرتا ہے مثلا دین کی تائید وحمایت، فتنہ پروروں سے اس کی حفاظت، ممدوح کی نسبی شرافت وعظمت، اس کے اسلاف کی نیک نامی ودریادلی اور حکومت واقتدار پر مسلسل ان کا قبضہ وغلبہ، مشکل گھڑی میں ممدرح کے اجداد کا مذہب کی حمایت ونصرت کرنا، پھر عید کی مناسبت سے ممدوح کے لئے درازی عمر کی دعا، تاکہ لوگوں کو اس کی طویل عمر اور اقتدار کے دوران امن وسکون کی دولت میسر رہے۔ان تمام بیانات کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہونچانے کے بعد شاعر اپنی بے بسی، بے چارگی، اور حوادث زمانہ کے آگے اپنی کس مپرسی کا ذکر کرکے چارہ سازی کی التجا کرتا ہے۔ یہاں پہونچ کر قصیدے کا اختتام ہوتا ہے۔ 65 اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ، شوکت الفاظ، حسن معنی اور زور بیان کے آبدار موتیوں سے مرصع ہونے کے ساتھ دیگر لفظی، معنوی اور فنی خوبیوں سے بھی آراستہ ہے، یہاں اس کے ابتدائی 22 اشعار اور ان کا ترجمہ وتشریح پیش کیا جارہا ہے۔

ابن دراج کا قصیدہ رائیہ :

دعي عزمات المستضام تسير
فتُنجد في عُرض الفلا وتغور

معانی مفردات:

عزمات: عزمة کی جمع : پختہ ارادہ۔ **المستضام**: مظلوم، مراد گردش ایام کا مارا، زمانہ کا ستایا ہوا۔ **تنجد**، از إنجاد : بلند ہونا، نجد میں آنا، بلندی میں آنا۔ **عُرض:** جانب، کنارہ۔ **الفلا:** بےآب وگیاہ کشادہ زمین، جنگل، ج فلوات۔ **تغور**، از غور : پستی میں جانا، گہرائی/ نشیب میں اترنا۔

ترجمہ:

زمانے کے ستائے ہوئے شخص کو عازم سفر ہونے دو کہ وہ بے آب وگیاہ اور کشادہ بیابان کے نشیب وفراز طے کرے۔

تشریح:

یہاں شاعر کا خطاب اپنی زوجہ سے ہے اور وہ اس سے سفر کی اجازت طلب کر رہا ہے۔

لعل بما أشجاك من لوعة النوى

يُعز ذليل أو يُفك أسير

معانی مفردات:

أشجى: پریشان خاطر کرنا، تنگ دل بنانا۔ **لوعة** : محبت یا رنج وغم کی وجہ سے دل کی جلن، درد دل، سوزش قلب۔ **النوى** : دوری/جدائی۔

ترجمہ:

جدائی کی جس سوزش/جس درد فرقت نے تمہیں افسردہ خاطر کر رکھا ہے، ہوسکتا ہے اس کی وجہ سے کوئی بے آبرو، آبرو والا ہو جائے، یا گرفتار بلا کو رہائی نصیب ہو جائے۔

تشریح:

شاعر اپنی زوجہ کو تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے ارادہ سفر پر، جدائی اور دور ہو جانے کے خیال اور فکر نے تمہیں پریشان کر دیا ہے، لیکن اس سفر سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں، میں جس کے پاس جانے کے لئے پابہ رکاب ہوں، اس کے پاس پہونچ کر ہو سکتا ہے کہ میرے دن پھر جائیں اور زمانے۔ نے بدحالی کی جو ذلت میرے اوپر مسلط کر رکھی ہے اور تنگ دستی کی جو بیڑیاں میرے دست وپا میں ڈال دی ہیں، ان کی بندش سے آزادی نصیب ہو جائے۔ اصل میں شاعر مالی تنگی سے دوچار ہے، اور وہ اس امید پر عامری کے دربار میں حاضر ہونا چاہتا ہے کہ وہاں اسے انعام واکرام سے نوازا جائے گا، تو اسے معاش کی تنگی سے چھٹکارا مل جائے گا۔

ألم تعلمي أن الثواء هو التوى

و أن بيوت العاجزين قبور

معانی مفردات:

الثواء: اقامت اختیار کرنا، ٹھہرنا۔ التوی: ہلاک ہونا، ہلاکت و بربادی۔

ترجمہ:

کیا تمہیں نہیں معلوم؟ کہ ایک جگہ ٹھہرے رہنا ہلاکت و بربادی ہے اور عاجز و درماندہ لوگوں کے گھر ان کے لئے قبروں کے مانند ہوتے ہیں۔

تشریح:

جب اپنے وطن میں رہ کر کامیابی کی کوئی سبیل نظر نہ آئے تو آدمی کو سفر کرکے کسی دوسرے مقام پر جا کر جد و جہد کرنی چاہیئے، اور جو شخص کم ہمتی کا مظاہرہ کرے اور اپنے دیار کو چھوڑ کر کہیں اور جانے پر آمادہ نہ ہو، اس کے لئے اپنے گھر میں اقامت پذیر رہنا اور حالت موجودہ پر قناعت کرلینا بربادی اور ہلاکت کے مترادف ہے اور اس کا گھر اس کے لئے قبر کی طرح ہے؛ کیوں کہ یہ اقامت پذیری انجام کار اسے قبر کی گود میں لے جائے گی، تو اب وہ اپنے گھر میں رہے یا قبر میں اس کے لئے دونوں برابر ہیں، عقل مند وہ ہے جو اس حقیقت کا ادراک کر لے اور عزم جواں کے ساتھ رخت سفر باندھ کر جہاں پیمائی پر نکل پڑے۔ ہمارا شاعر تنگی معاش سے دوچار ہے، اس لئے وہ اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں قسمت آزمائی کے لئے جارہا ہے، درج بالا شعر اسی پس منظر کی عکاسی ہے۔

و لم تزجري طير السرى بحروفها

فتتبئك إن يمن فهي سرور

معانی مفردات:

زجر: جھڑکنا۔ **السری**: شب روی/ سفر۔ **حروف**: حرف کی جمع: مراد: آواز یا کلام۔ **إنباء**: خبر دینا۔
یمن: داہنی جانب جانا/ چلنا۔

ترجمہ:

تم نے سفر کی فال لینے والے پرندوں کو اپنی آواز کے ذریعے نہیں جھڑکا (اگر تم انہیں جھڑک کر اڑاتی اور) اگر وہ داہنی جانب اڑتے تو (وہ اپنی اس اڑان کے ذریعے) تمہیں خبر دیتے کہ یہ سفر (باعث) مسرت ہے۔

تشریح:

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی ایک رسم تھی کہ وہ پرندوں کے ذریعے فال لیتے تھے، سفر وغیرہ کہیں جانے سے پہلے پرندوں کو اڑاتے تھے، اگر وہ پرندے داہنی جانب اڑتے، تو اسے نیک فال سمجھا جاتا تھا اور اگر بائیں جانب اڑتے تو، اسے بد شگونی خیال کرکے اس کام کو ترک کر دیا جاتا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تخوفني طول السفار و إنه

لتقبيل كف العامري سفير

معانی مفردات:

السفار: سفر۔ **تقبیل**: بوسہ دینا، چومنا۔ **العامری**: سلطنت عامری اندلس کا عظیم حکمراں المنصور بن ابی عامر، جس کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے۔ **سفیر**: نمائندہ، پیغام بر۔

تم مجھے سفر کی درازی سے ڈراتی ہو، جب کہ یہ سفر عامری کی دست بوسی کا پیغام بر ہے۔

دعيني أرِدْ ماء المفاوز آجنا

إلى حيث ماء المكرمات نمير

معانی مفردات:

أرد: ورد، یرد، ورودا، (ض) سے فعل مضارع، واحد متکلم، جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے: آنا، پن گھٹ پر پہونچنا۔ **مفاوز**: مفازة کی جمع: بیابان، صحرا۔ **آجنا**: اسم فاعل از أجن الماء: (ن) پانی کا رنگ، بو اور مزہ بدل جانا، پانی کا گدلا ہو جانا۔ **مکرمات**: مکرمة کی جمع: بھلائی، فعل خیر۔ **نمیر**: جمع متکلم از میر (ض): زاد راہ تیار کرنا، توشہ لینا۔

ترجمہ:

میرا آب حیات گدلا ہو چکا ہے، مجھے صحراؤں کے پانی پر جانے دو، جہاں ہم بھلائیوں کے پانی کا توشہ لیں گے۔

و أختلس الأيام خلسة فاتك

إلى حيث لي من غدرهن خفير

معانی مفردات:

أختلس: مضارع، واحد متکلم، سابقہ شعر کے لفظ "أرد" پر عطف ہے، اختلس: اچک کر کوئی چیز لے لینا۔ **فاتك**: اسم فاعل از فتك: دل جو چاہے، بغیر کسی پرواہ کے، اس کی طرف چل پڑنا/مائل ہو جانا۔ غدرهن: میں ضمیر جمع مؤنث کا مرجع "الأيام" ہے۔ **خفير:** ج خفراء: محافظ، چوکیدار، نگہبان۔

ترجمہ:

اور مجھے چھوڑ دو کہ میں ہر چیز کی طرف لپکنے والے لاپرواہ شخص کی طرح ان "دنوں" کو اچک لوں اور وہاں چلا جاؤں، جہاں ان "دنوں" کی فریب دہی اور بے وفائی سے بچانے والا (مراد منصور عامری) ہے۔

فإن خطيرات المهالك ضمن

لراكبها أن الجزاء خطير

ترجمہ:

کیوں کہ ہلاکت گاہوں کی خطرناکی اس بات کی ضامن ہوتی ہے کہ ان میں کودنے والے کا صلہ بھی عظیم الشان ہوگا۔

ولما تدانت للوداع وقد هفا

بصبري منها أنة و زفير

معانی مفردات:

تدانی: قریب ہونا۔ **هفا:** تیزی اور نرمی کے ساتھ چلنا/ سبک روی/ نرم خرامی کے ساتھ قدم بڑھانا۔ **أنة** : کراہ۔**زفیر** : درد بھری سانس/ آواز

ترجمہ:

اور جب وقت رخصت قریب آگیا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کی (حالت زار پر) میرے صبر کی وجہ سے (اس کی) آہ و فغاں میں تیزی آگئی ہے۔

تشریح:

سفر پر روانہ ہونے کے وقت جب میری شریک حیات کی حالت غیر ہونے لگی اور اس نے دیکھا کہ مجھ پر جدا ہو جانے کا کوئی اثر نہیں نظر آرہا ہے اور میں صبر وضبط کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں، تو میرے اس صبر نے اس کے گریہ پیہم کا بند توڑ دیا اور اس کی آہ و فغاں میں تیزی پیدا ہو گئی۔

تناشدني عهد المودة والهوى

وفي المهد مبغوم النداء صغير

معانی مفردات:

ناشد مناشدة: واسطہ دینا۔ **مبغوم النداء**: مضمحل اور کمزور آواز والا، کہا جاتا ہے: بغم (ف) صوته: یعنی اس کی آواز نرم اور باریک ہے۔

ترجمہ:

(وقت رخصت) تم مجھے الفت و محبت کے عہد کا واسطہ دیتی ہو، اور گہوارے میں مضمحل آواز والا چھوٹا بچہ موجود ہے۔

تشریح:

سابقہ شعر میں زوجہ کا ذکر غائب کے صیغے سے ہوا ہے اور اس شعر میں مخاطب کے صیغے سے، اس لئے یہاں التفات من الغائب الی الحاضر ہے۔ شاعر اپنی زوجہ سے مخاطب ہو کے کہہ رہا ہے کہ اب جب سفر پر روانہ ہونے

کا وقت آگیا ہے، تم مجھے الفت بھرے دنوں کا واسطہ دے کر روک رہی ہو، دوسری جانب گھوارے میں لیٹے ہوئے ہمارے ننھے سے بچے کی آواز کانوں میں پڑ رہی ہے، کہیں یہ دونوں چیزیں میرے پاؤں کی زنجیر نہ بن جائیں۔

عيي بمرجوع الخطاب و لفظه

بموقع أهواء النفوس خبير

معانی مفردات:

عيي: عاجز بیان، لفظی تعبیر سے قاصر۔ **مرجوع** : جس کی طرف رجوع کیا جائے، مراد جواب۔
خطاب: بات، گفتگو۔ **موقع** : مقام، جگہ۔**أهواء**: هواء کی جمع: خواہش۔**خبير**: واقف، مطلع۔

ترجمہ:

وہ بچہ گفتگو کا جواب دینے سے عاجز ہے، اور اس کے الفاظ دلوں کے اندر خواہشات کے مقام سے واقف ہیں۔

تشریح:

یعنی اگرچہ وہ بچہ خود بول نہیں سکتا لیکن اس کی آواز دل پر اس طرح اثر انداز ہو رہی ہے، جیسے اس کی آواز کو یہ معلوم ہو کہ دل میں خواہشات کو جگانے اور چھیڑنے والے تار کہاں پیوست ہیں، اس لئے اس کی آواز سیدھے جا کر دل کے اسی حصے میں جھنجھناہٹ پیدا کر رہی ہے اور اس طرح اس ننھے بچے کی آواز وقت رخصت مجھے بے چین کئے دے رہی ہے۔

تبوأ ممنوع القلوب و مهدت

له أذرع محفوفة ونحور

معانی مفردات:

تبوأ: ٹھکانہ بنایا۔ **ممنوع القلوب:** دل کا وہ مقام جہاں کوئی جانہ سکے/کچھ پہونچ نہ سکے، یعنی دل کا خاص حصہ۔ **مهد** (تمهيد): راہ ہموار کرنا۔ نرم اور سہل کرنا۔ **أذرع:** ذراع کی جمع: بازو۔ **محفوفة:** حف (ن) سے اسم مفعول، گھیرا ڈالنا، کسی چیز کے گرد دائرہ بنانا۔ **نحور**: نحر کی جمع: گلا، سینہ کا اوپری حصہ۔

ترجمہ:

اس ننھے بچے نے دل کے اس گوشے میں ٹھکانہ بنایا ہے جہاں دوسرں کا داخلہ منع ہے، اور گھیرے میں لینے والے بازو اور سینے اس کے لئے ہموار ہوگئے۔

تشریح:

اس بچے نے اپنی معصومیت اور بھولے پن سے دل کے انتہائی خاص مقام میں اپنی جگہ بنالی ہے، اور اسے دیکھ کر دل بے ساختہ چاہتا ہے کہ بس اسے بازوؤں میں بھر کر گلے سے چمٹا لیا جائے۔

فكل مفداة الترائب مرضع
وكل محياة المحاسن ظير

معانی مفردات:

مفداة: تفدية سے اسم فاعل / (صرفی اعتبار سے مفعول بھی ہو سکتا ہے): یعنی فدیہ دے کر چھڑانا۔ **ترائب**: تريبة کی جمع، سینہ کی ہڈی، مراد پستان جو سینے پر ہوتے ہیں۔ **مفداة الترائب** : کا معنی ہے وہ عورت جس نے اپنا پستان چھڑا لیا ہو، یعنی جس نے دودھ پلانا چھوڑ دیا ہو۔ **محياة المحاسن**: حسین چہرے والی عورت: مراد کنواری عورت جس کے ابھی تک کسی بچے کو دودھ پلانے کی نوبت ہی نہ آئی ہو۔ **مرضع:** دودھ پلانے والی عورت۔ **ظير**: دایہ، جو دوسری عورت کے بچے کو دودھ پلائے۔

ترجمہ:

توہر وہ عورت جو اپنی چھاتی کو دودھ پیتے بچے سے چھڑا چکی ہو، وہ بھی اسے دودھ پلانے والی ہو جائے، اور ہر حسین چہرے والی (کنواری عورت جس نے ابھی کسی بچے کو جنم بھی نہ دیا ہو، نہ دودھ پلایا ہو) وہ بھی اسے دودھ پلانے والی ہو جائے۔

تشریح:

یعنی وہ بچہ دل کو اس قدر بھا جانے والا ہے کہ اسے دیکھ کر ہر وہ عورت جو شادی شدہ ہو اور کسی شیر خوار کو دودھ پلا چکی ہو، اور ہر وہ عورت جو کنواری ہو اور ابھی تک کسی شیر خوار سے اس کا سابقہ نہ پڑا ہو، چاہے گی کہ اسے اپنی چھاتی سے لگا کر اپنا پستان اس کے منہ ڈال دے۔

عصيت شفيع النفس فيه وقادني

رواح لتدآب السرى و بكور

ترجمہ:

میں نے اس بچے کے بارے میں سفارشی نفس کی نافرمانی کی اور صبح وشام چلنے نے سفر پیہم کے لئے میری قیادت ور ہنمائی کی۔

تشریح:

یعنی اس بچے کو چھوڑ کر چل پڑنا میرے لئے بہت مشکل تھا، دل کسی طرح آمادہ نہیں تھا، پھر بھی دل کی آواز کی طرف سے میں نے اپنے کان بند کر لئے اور روانہ ہو گیا، اور راستے میں بغیر کہیں رکے، صبح وشام مسلسل چلتا رہا، کیوں کہ اگر کہیں رکتا تو اس معصوم کا جوش محبت مجھے آگے نہ بڑھنے دیتا، اس طرح مسلسل سفر نے منزل مقصود تک پہونچنے میں میری رہنمائی کی۔

و طار جناح الشوق بي وهفت بها

جوانح من ذعر الفراق تطير

معانی مفردات:

جوانح: جانحة کی جمع: چھوٹی پسلی جو سینے کے پاس ہے، مراد دل۔ **ذعر:** خوف، ڈر۔

ترجمہ:

شوق کا بازو مجھے لے اڑا اور جدائی کے خوف سے اس (یعنی زوجہ) کے دل کی حرکت تیز ہو گئی اور اس کا دل خوف کے آسمان میں پرواز کرنے لگا۔

لئن ودعت مني غيورا فإنني
على عزمتي من شجوها لغيور

ترجمہ:

اگر اس (زوجہ) نے غیرت مندی کے ساتھ الوداع کہا ہے تو اس کے دکھ درد کی وجہ سے، میں اپنے ارادے پر زیادہ غیرت والا ہوں۔

تشریح:

یعنی اگر وہ اتنی غیرت مند ہے کہ جدائی کے شدید احساس اور نہ رکنے والے آنسوؤں کے باوجود مجھے الوداع کہہ سکتی ہے، تو میں تو اس سے زیادہ غیرت والا ہوں، اپنی رفاقت میں اس کے دکھ بھرے دنوں کو دیکھ کر، عامری کے دربار میں جانے اور طالع آزمائی کا جو فیصلہ میں نے کیا ہے، میں اسے ضرور پورا کروں گا، تاکہ اس کے اشکوں کے سیل رواں کے آگے بند باندھ سکوں اور اس کی ہونٹوں پر آسودگی کی مسکراہٹ سجا سکوں۔

ولو شاهدتني والصواخد تلتظي
علي و رقراق السراب يمور

معانی مفردات:

الصواخد: صاخدة کی جمع: گرم دوپہر۔ **التظى:** شعلہ بھڑکنا۔ **رقراق:** چمکتی ہوئی کوئی بھی چیز۔ **السراب**: سخت دوپہر میں گرمی کی شدت کی وجہ سے زمین پر پانی وغیرہ کے مانند جو موج مارتی لہریں نظر آتی ہیں، فریب نظر۔ **يمور** (مور): موج مارنا، لہریں پیدا ہونا، متحرک اور مضطرب ہونا۔

ترجمہ:

اور اگر وہ مجھے دیکھتی جب کہ چلچلاتی دھوپ مجھ پر شعلہ فشاں ہے اور سراب کی پر فریب چمک موج مار رہی ہے۔

أسلط حر الهاجرات إذا سطا

على حر وجهي و الأصيل هجير

معانی مفردات:

سلط: مسلط کرنا، قدرت دینا، یہاں خود کو گرمی کے اوپر مسلط کرنا مراد ہے، یعنی سامنا کرنا/مقابلہ کرنا، بلفظ دیگر اصل عبارت اس طرح ہے: أسلط نفسی علی حر الهاجرات۔ **سطا**، سطوا (ن): حملہ کرنا۔ **حر الوجه:** چہرے کا ظاہری حصہ۔ **اصیل:** شام کا وقت جب سورج زرد ہو جاتا ہے۔ **هجیر:** مہجور، متروک، چھوڑا ہوا، ناقابل ذکر۔

ترجمہ:

(اگر وہ مجھے دیکھتی) کہ میں سخت گرم دوپہر کی گرمی کا کس طرح مقابلہ کرتا ہوں جب وہ میرے چہرے کے خد و خال پر حملہ آور ہوتی ہے، اور شام کا وقت (جب سورج زرد ہو جاتا ہے) قابل ذکر نہیں (کیوں کہ اس وقت حرارت و تمازت کم ہو جاتی ہے۔)

و استنشق النكباء وهي بوارح

و استوطئ الرمضاء وهي تفور

معانی مفردات:

استنشاق: سونگھنا، سانس کے ذریعے کوئی شی اندر کھینچنا۔ **النكباء**: ج: نکب، ہوا جو اپنے رہ گزر سے ہٹ کر دوسری دو دو ہواؤں مثلاً باد صبا اور باد شمالی کے درمیان آجائے، کج رفتار ہوا۔ **بوارح**: بارحة کی جمع: موسم گرما کی سخت/گرم ہوا، لو۔ **استوطئ** : واحد متکلم از استفعال: روندنا، پامال کرنا۔

الرمضاء: شدید گرمی، گرمی کی شدت سے تپتی ہوئی زمین اور پتھر وغیرہ۔ **تفور** (فوران سے): ابلنا، زمین کا سینہ چیر کر خوب تیزی کے ساتھ بہنا۔

ترجمہ:

(اگر وہ مجھے دیکھتی کہ) میں موسم گرما کی کج رفتار گرم ہوا سونگھتا ہوں اور شدت حرارت سے ابلتی، تپتی زمین روندتا ہوں۔

و للموت في عيش الجبان تلون

و للذعر في سمع الجريء صفير

معانی مفردات:

جبان: بزدل، کم ہمت۔ **تلون:** رنگارنگ ہونا، کسی ایک خصلت پر باقی نہ رہنا۔ **ذعر**: خوف۔**سمع**: سننا، حاسہ سماعت، کان۔ **جریٔ**: بہادر، بلند ہمت۔**صفیر:** سیٹی۔

ترجمہ:

بزدل شخص کی زندگی میں موت کے متنوع رنگ ہوتے ہیں اور بہادر آدمی کے کان میں خوف (کی آواز) بانگ [نشاط انگیز] ہوتی ہے۔

لبان لها أني من الضيم جازع

و أني على مض الخطوب صبور

معانی مفردات:

ضیم: ظلم۔ **جازع:** اسم فاعل از جزع: گھبرانا، افتاد پر صبر نہ کرنا۔ **مض** :(ف): چوسنا۔**خطوب**: خطب کی جمع: سخت معاملہ۔ **صبور**: صابر کا مبالغہ۔

ترجمہ:

(اگر وہ مجھے مذکورہ حالات میں دیکھتی) تو اس کے لئے یہ بات روشن ہو جاتی کہ میں ظلم سے گھبرا جاتا ہوں / ظلم پر صبر نہیں کرتا لیکن تلخ حالات کا کڑوا گھونٹ پینے کے معاملے میں بہت زیادہ صابر ہوں۔

أمير على غول التنائف ماله

إذا ريع إلا المشرفي وزير

معانی مفردات:

غول: نشہ، جنگل کی دوری، کشادگی، مشقت۔ **تنائف** : تنوفة کی جمع: جنگل جہاں پانی اور کوئی انسان نہ ہو۔**ریع:** ماضی مجہول از راع، یروع روعا: گھبرانا، ڈرنا، ڈرانا۔ **المشرفی**: تلوار۔**وزیر**: مددگار۔

ترجمہ:

(اور اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا کہ میں) وحشت زدہ، بے آب اور وسیع بیابان کا سردار ہوں، جس میں خوف کے وقت، تلوار کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

تشریح

(شعر 17 : ولو شاہدتنی والصوخد تلتظی۔۔۔۔۔۔ سے آخر تک)

درج بالا چھ اشعار معنوی اور ترکیبی اعتبار سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں، **ولو شاهدتنی** شرط ہے، اور **لبان لها أنی من الضيم جازع** ----جواب شرط ہے، اس کے بعد والا شعر بذریعہ عطف اسی سے پیوست ہے۔ درمیان میں **والصواخد**----، **شاهدتنی** کی ضمیر متکلم مفعول سے حال واقع ہے، بعد میں **اسلط** ----- **استنشق**----**استوطئ**----اسی **والصواخد** پر معطوف ہیں، اور بیچ میں **و للموت فی عیش الجبان**---- یہ شعر بطور جملہ معترضہ شرط اور جواب شرط کے درمیان واقع ہے۔

خلاصہ اشعار:

ان اشعار میں شاعر یہ کہہ رہاہے کہ میں سخت گرمی میں مسلسل سفر کر رہا تھا، چلچلاتی دھوپ کی وجہ سے بیابان کی پوری زمین سراب کا منظر پیش کر رہی تھی، گرم ہوا کے تھپیڑے چہرے کو جھلسائے دے رہے تھے، پھیپھڑوں کے اندر پہونچنے والی ہوا بھی انتہائی گرم تھی اور پیروں کے نیچے کی زمین بھی تپ رہی تھی، ایسے حالات میں بزدل آدمی ہمت ہار جاتا ہے، لیکن میں بزدل نہیں، میں تو انتہائی بلند حوصلہ ہوں، اس لئے سفر کی یہ سختیاں میرے قدم نہیں روک سکیں۔

اگر میری شریک حیات مجھے ان حالات میں دیکھتی تو اس پر یہ بات بخوبی روشن ہوجاتی کہ میں ظلم پر تو چپی سادھے نہیں بیٹھا رہتا، یعنی ظلم کی سختیاں مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں، لیکن اس قسم کے حوصلہ شکن حالات و مصائب کی تلخیاں بڑی آسانی سے برداشت کر لیتا ہوں اور وسیع، بے آب اور سنسان جنگل کی لمبی مسافت طے کرنے کا عزم جواں رکھتا ہوں، جہاں ہر لمحہ درندوں کا ڈر ہو اور اپنے دست و بازو اور تلوار کے سوا کوئی حامی و مددگار نہ ہو۔

نمونے کے سوالات:

- ابن دراج کی زندگی پر روشنی ڈالئے۔
- ابن دراج کی شاعری پر تبصرہ کیجئے۔
- زیر نظر قصیدے کا تعارف پیش کیجئے۔
- مغرب کا متنبّی کون ہے؟ وضاحت کیجئے۔
- ابن دراج کے قصیدہ رائیہ کا پس منظر، موضوع اور مضامین کا خلاصہ تحریر کیجئے۔
- ابن دراج کے قصیدہ رائیہ کے شامل نصاب اشعار کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

مطالعے کے لئے کتابیں:

- الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ، ابن بسام، جلد اول۔
- الادب الاندلسی من الفتح الی السقوط، احمد ہیکل۔
- تاریخ الادب العربی- الاندلس، شوقی ضیف۔
- الفن ومذاہبہ فی الشعر العربی، شوقی ضیف۔

- عامریات ابن دراج القسطلی، وسام قبانی۔
- دیوان ابن دراج القسطلی، تحقیق: محمد علی مکی۔